حج کے آداب و مقاصد

ظہور احمد اظہر

اسلامی شریعت کی ایک امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے احکام و عبادات میں صرف اطاعت و تعبد ہی کو نہیں حکمت و مقصدیت کو بھی پیش نظر رکھا گیا ہے، بلکہ یوں کہنا زیادہ موزوں ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لئے وہی بات پسند فرماتا ہے جس میں کوئی نہ کوئی حکمت اور مقصد پنہاں ہو، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی ایسی بات کا حکم نہیں دیتا جو فطرتِ انسانی کے خلاف ہو۔ اسلامی عبادات میں سے کوئی عبادت بندوں کی ظاہری و باطنی تربیت اور دنیوی و اُخروی فوز و فلاح سے خالی نہیں اور دین اسلام کا ہر رکن تزکیہ، تربیت اور تنظیم کے بے شمار پہلو رکھتا ہے۔ حج بیت اللہ میں بھی یہی روح سرایت کئے ہوئے ہے۔ یہ اسلامی عبادات و ارکان میں پانچواں رکن ہے اور صرف اہلِ استطاعت پر فرض ہے۔

کسی چیز کی اہمیت اس کے اغراض و مقاصد سے متعین ہوتی ہے اور اس کا تاریخی پس منظر بھی اس کی اہمیت کی نشاندہی کرتا ہے۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو حج حقیقت میں اس ندائے ابراہیمیؑ پر لبیک کہنے کی عملی صورت ہے جو انہوں نے اللہ کے حکم سے بلند کی تھی۔ اس حکم خداوندی کے الفاظ یہ ہیں:

و اذن فی الناس بالحج یأتوک رجالا و علی کل ضامر یأتین من کل فج عمیق، لیشھدوا منافع لھم، ویذکروا اسم اللہ فی ایام معلومات علی ما رزقھم من بھیمۃ الانعام. فکلوا منھا و اطعموا البائس الفقیر، ثم لیقضوا تفثھم ولیوفوا نذورھم ولیطوفوا بالبیت العتیق۔

لوگوں میں حج کے لئے پکار دیجئے، وہ آپ کی طرف آیا کریں گے، بعض پیدل چلتے ہوئے

اور کچھ ہر طرح کی دبلی سواریوں پر جو ہر دور کے رستے سے آتی ہوں گی، تاکہ وہ اپنے فوائد و منافع کا مشاہدہ کریں، اور مقررہ دنوں میں اللہ کے نام کا ذکر اس پر کریں جو اس نے انہیں چوپائے جانور عطا کئے ہیں، سو ان میں سے کھاؤ اور بیکسوں اور محتاجوں کو بھی کھلاؤ، پھر انہیں چاہیئے کہ اپنی میل کچیل اتاریں اور اپنی منتوں کو پورا کریں اور قدیم گھر کا طواف کریں۔

(الحج: آیت ۲۷ تا ۲۹)

قرآن مجید کی ان آیات میں حج کے جو فوائد و مقاصد تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں ان سے حج کے تاریخی پس منظر پر روشنی پڑتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کے اس منفرد اور عظیم الشان اجتماع کے موقع پر ہر طرف سے لبیک اللّٰھم لبیک کی جو صدا بلند ہوتی ہے وہ حقیقت میں اسی ندائے ابراہیمی کا جواب ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے بجا فرمایا ہے کہ "یکے از مقاصد اسلام احیاء سنتِ ابراہیمی است" اور اس احیاء کی بہترین مثال حج بیت اللہ ہے۔ گویا حج کرنے والا جدِ انبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پکار پر لبیک کہتے ہوئے اللہ کے گھر میں حاضر ہوتا ہے۔

آداب حج آداب حج میں پہلی بات یہ ہے کہ ہر حاجی کے دل میں یہ بات جزو ایمان کی حیثیت سے نقش ہونی چاہیئے کہ وہ معمار بیت اللہ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے حاضری دے رہا ہے، ایک عظیم الشان مشن پر جا رہا ہے تاکہ بت شکن ابراہیمؑ کی سنّت کے مطابق دنیا سے کفر و شرک کی لعنتوں کا خاتمہ ہو جائے اور کاروانِ زندگی شرک و بت پرستی کی دلدل سے نکل کر صراطِ مستقیم پر گامزن ہو جائے :

خوف غیر اللہ عمل را دشمن است
کاروان زندگی را رہزن است

حج بیت اللہ کے آداب میں دوسری اہم بات یہ ہے کہ جو لوگ دعوتِ خداوندی اور ندائے ابراہیمی پر لبیک کہتے ہوئے بیت اللہ کے جوار میں جا پہنچتے ہیں وہ دراصل اللہ کے مہمان ہوتے ہیں اس لئے آداب مہمانی ہمیشہ پیش نظر رکھنے چاہئیں کیونکہ مہمان کا فرض ہے کہ صاحبِ خانہ کی تعظیم اور احترام کو ہمیشہ ملحوظ خاطر رکھے اور جب صاحبِ خانہ خالقِ کائنات اور سب

جہانوں کا پالنہار ہو تو مہمان کو اپنی عزت و شان کا مزید احساس ہونا چاہیئے کہ وہ کس ہستی کے گھر حاضری کا شرف حاصل کر رہا ہے! اس لئے اپنے میزبان اور قادر مطلق کے پاک گھر کی عظمت و نظافت کے خیال کو اپنے دل سے کبھی نہ نکالے تاکہ جب وہ واپس لوٹے تو پاکیزہ اور صاف ستھرا دل لے کر اور اپنے جلیل القدر میزبان کی رضا مندی و خوشنودی ساتھ لے کر آئے۔

آدابِ حج میں تیسری اہم بات جو بیت اللہ کی زیارت سے مشرف ہونے والے کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ ہر حاجی اس عظیم الشان اجتماع میں اپنے وطن کے سفیر اور اپنی قوم کے نمائندے کی حیثیت سے شریک ہو رہا ہے۔ اس کا رویہ، اس کا کردار اور اس کا رہن سہن ایسا ہونا چاہیئے جس سے دوسرے بلادِ اسلامیہ سے آنے والے بھائی خوش ہوں اور اس کے اپنے وطن اور قوم کی نیک نامی اور عظمت میں اضافہ ہو، وہ اللہ کے گھر کے پڑوسیوں کے ساتھ بھی ایسا ہی حسنِ سلوک کرے۔ پاکستان سے جانے والا ہر حاجی اپنے وطن کا سفیر بن کر جائے اور تمام سعادتی آداب کو پیشِ نظر رکھے تاکہ اپنے وطن پاک اور قوم کی بہترین نمائندگی کر سکے۔

آدابِ حج میں چوتھی ضروری بات ظاہر و باطن کی طہارت اور پاکیزگی ہے۔ حج پر جانے والے کو یہ تصور کرنا چاہیئے کہ وہ اللہ کے گھر میں حاضری دینے اور دین اسلام کے ایک عظیم الشان اجتماع میں شرکت کے لئے جا رہا ہے۔ یہاں اس کو بیت اللہ کے پڑوسیوں سے ملنا ہے اور دُور دراز سے آئے ہوئے برادرانِ اسلام سے ملاقات کا شرف حاصل کرنا ہے۔ اس لئے احرام کا لباس صاف ستھرا ہونا چاہیئے۔ احرام باندھنے سے پہلے بدن کی صفائی اور طہارت پر پوری توجہ دینا چاہیئے۔ ظاہری طہارت و صفائی کے ساتھ باطن کی صفائی بھی ضروری ہے۔ دل کو حسد، عداوت اور گناہ کی تمام آلائشوں سے پاک کرنے کا پختہ عہد کرنا چاہیئے تاکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حج مبرور کی نعمت و برکتیں نصیب ہوں اور گناہوں سے اس طرح پاک و صاف ہو جائے گویا کہ آج ہی پیدا ہوا ہے۔ طہارت و پاکیزگی کے اس عزم سے انسان کو آئندہ زندگی میں گناہوں کی ترغیبات کے سامنے ثابت قدمی نصیب ہوتی ہے اور وہ اسلامی معاشرے کا ایک اچھا مفید فرد بن جاتا ہے۔

آدابِ حج میں شعائر اللہ کی تعظیم بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ حج کے توسط سے انسان کے دل میں اطاعت اور بندگی کے ساتھ ساتھ اتحاد، تنظیم اور باہمی الفت و موافقت

کا بھرپور جذبہ پیدا کیا جائے ، صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرتے وقت اس عظیم خاتون کی اطاعت گذاری اور وفا شعاری کو سامنے رکھنا چاہیئے جس نے اللہ کی اطاعت اور اپنے شوہر کی فرمانبرداری کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا تھا اور اس بے آب وگیا اور" وادی غیر ذی زرع" میں اپنے معصوم بچے کے ساتھ مقیم رہنے پر آمادہ ہوگئی تھیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے اطاعت و وفا شعاری کا یہ صلہ عطا فرمایا کہ انہوں نے پانی کی تلاش میں بے قراری کے ساتھ چند قدم کا جو فاصلہ دوڑ کر طے کیا تھا اس کے باعث اہلِ اسلام پر سعی کرنا رہتی دنیا تک فرض قرار پایا۔ اس کے پیش نظر یہ عقیدہ رکھنا چاہیئے کہ اسے بھی اللہ کی طرف سے اطاعت اور وفا شعاری کا صلہ ضرور ملے گا بشرطیکہ اس میں اخلاص و صداقت کی روح بھی موجود ہو !

جب انسان عرفات کے میدان میں پہنچے تو یہ تصوّر کرے کہ گویا وہ اللہ کے حضور میں اسی طرح پیش ہے جس طرح اس کو ایک دن میدان حشر میں پیش ہونا ہے ۔ یہاں ہر انسان کو " حجتہ الوداع " کے اجتماع کا نقشہ بھی دل میں بٹھانا چاہیئے جس میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے آخری خطبہ ارشاد فرمایا تھا اور اس میں ان انسانی حقوق کے چارٹر کا اعلان فرما دیا تھا جن کے لیئے آج بھی مظلوم و مقہور انسان علم اور سائنس کے دیوتاؤں سے بھیک مانگ رہا ہے ۔ یہاں انسان کو اس بات کا بھی عہد کرنا چاہیئے کہ وہ ان انسانی حقوق کی خاطر اپنے آپ کو ہر طرح وقف کر دے گا ۔ یہ انسانی حقوق ، جنہیں انسانوں کا بنایا ہوا بین الاقوامی ادارہ اقوام متحدہ بھی فراہم کرنے سے عاجز ہے ، مگر یہی حقوق ، اللہ کے رسولؐ اور ان کے صحابہ نے آج سے چودہ سو سال پہلے عملی طور پر مہیا کر دیئے تھے ، بُری رسوم کا خاتمہ ہو گیا تھا ، عورت مرد ، حاکم محکوم اور چھوٹے بڑے سب اللہ کے دین کی نظر میں برابر ہو گئے تھے۔

مقام ابراہیم ، حطیم ، منیٰ ، مزدلفہ ، جمرات اور دیگر مناسکِ حج شعائر اللہ کے ضمن میں آتے ہیں اور ان سب کی تعظیم و تقدیس واجب ہے ۔ یہی تعظیم و تقدیس مناسک حج کی روح ہے ۔ اسی لیئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :

ذٰلک ومن یعظم شعائر اللہ فانہا من تقوی القلوب ۔

بات یہی ہے اور جس نے شعائر اللہ یعنی اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کی تو یہ تو دلوں میں تقویٰ

کی دلیل ہے۔ (الحج: آیت ۳۲)

مقاصد حج حج بیت اللہ کے مقاصد بھی بہت عظیم ہیں۔ زائر حرمین کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان مقاصد کو ہمیشہ سامنے رکھے۔ یہ تو سب کو معلوم ہے کہ اس سے مسلمان کی ظاہری و باطنی تطہیر کے ساتھ اللہ کی بخشش و خوشنودی مقصود ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے مناسک حج کماحقہٗ ادا کر دیئے تو وہ گناہوں سے اس طرح پاک صاف ہو گیا کہ جیسے وہ آج ہی پیدا ہوا ہے۔ لیکن اس تطہیر و مغفرت سے مراد یہ نہیں کہ انسان حج کے ذریعے گناہ معاف کرا کر آئے اور پھر گناہوں کے سمندر میں غوطہ زن ہو جائے بلکہ اس سے مقصود یہ ہے کہ جو شخص صدق دل سے اللہ کے حضور میں حاضر ہو، خلوص دل سے بخشش مانگے۔ شرعی آداب کے ساتھ مناسکِ حج ادا اور نیک نیتی سے توبہ کرے، تو اس کے گناہ معاف ہو جائیں گے اور اسے اللہ کی رحمت و عنایت نصیب ہو گی۔

اسلام میں فریضۂ حج کا ایک مقصد وحدت و مساوات کا عملی مظاہرہ ہے۔ بیت اللہ حقیقت میں اتحاد عالم اسلامی کا مظہر ہے اور اس کی زیارت اتحاد و مساوات کی عملی تصویر ہے۔ دنیا کے کونے کونے میں بسنے والے مسلمان پانچ وقت کی نمازیں تو ہر روز اس وحدت و مساوات کا اظہار کرتے ہی رہتے ہیں لیکن زیارت بیت اللہ کے موقع پر وہ دُور دراز گوشوں سے کھنچے چلے آتے ہیں اور وحدت و مساوات کی عملی تصویر بن جاتے ہیں۔ لا الٰہ الا اللہ اور لبیک اَللّٰھم لبیک کی صدائیں ملتِ اسلامیہ کی وحدت اور مساوات کا اعلان کرتی ہیں۔ دشمنانِ اسلام کے دلوں پر ان آوازوں سے ہیبت طاری ہو جاتی ہے۔ سب کا ایک سا لباس ہے، ایک ہی طرف چلے جا رہے ہیں، سب کا مقصد ایک ہے اور سب کی زبان پر ایک سے کلمات جاری ہیں۔ آج گویا عرب و عجم، سرخ و سفید اور گورے کالے کا فرق عملی طور پر مٹ گیا اور زبان و قومیت اور رنگ و نسل کی تفریق ختم ہو گئی۔ یہی منظر رسولِ خداؐ کے ان کلمات کی یاد تازہ کرتا ہے جو آپ نے خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمائے تھے کہ کسی عجمی کو کسی عربی پر اور کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت نہیں سب آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے پیدا کئے گئے تھے!

حج کے موقع پر اخوتِ اسلامی کے جذبے کو بھی قوتِ دوام کا سامان میسر آتا ہے۔ مختلف

خطوں کے مسلمان جب خلوص و محبت کے ساتھ ایک دوسرے سے گلے ملتے ہیں تو وفورِ مسّرت سے سب کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ ایک بھائی دوسرے بھائی کا ہاتھ تھامنے، ضرورت پوری کرنے اور اپنے آپ پر ترجیح دینے کے لئے تیار ہوتا ہے۔ انما المؤمنون اخوۃ کی عملی تفسیر نگاہوں کے سامنے ہوتی ہے اور ہر مومن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی عملاً تصدیق کر رہا ہوتا ہے :

المسلم اخوالمسلم لا یظلمہ ولا یسلمہ ولا یخذلہ ۔

مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، کوئی بھی اپنے مسلمان بھائی پر نہ ظلم کرتا ہے، نہ اسے دشمن کے سپرد کرتا ہے اور نہ اس کا ساتھ چھوڑتا ہے۔

حج میں جو جسمانی محنت و مشقت اور صبر و تحمل کے مراحل آتے ہیں وہ حقیقت میں مردِ مومن کو جہاد فی سبیل اللہ کی صبر آزما مشقتوں کی عملی تربیت دیتے ہیں۔ اس لحاظ سے حجِ بیت اللہ ایک پُرامن جہاد ہے۔ اخوت، وحدت، مساوات اور ایثار کے یہ عملی مظاہرے اہلِ ایمان کو جہاد کی تربیت دینے کے لئے ہیں۔ تاریخ سے یہ بات بلاشک و شبہ ثابت ہے کہ نزول کے اعتبار سے قرآن مجید کی آخری سورت یعنی سورۂ توبہ جسے سورۂ براءۃ، سورہ عہود اور سورۂ الجہاد بھی کہا جاتا ہے حج بیت اللہ کے موقع پر نازل ہوئی تھی اور کفار و منافقین کے خلاف جہاد کرنے کا حکم ہوا تھا۔ اس اعتبار سے حج اور جہاد کا تاریخی تعلق بھی ثابت ہوتا ہے۔

مقاصد حج میں سے ایک اہم مقصد فرزندانِ اسلام کا اجتماع اور باہم مشورہ کرنا بھی ہے تاکہ وہ اپنے علاقے اور ملک کے مسائل سے بحث کریں، اپنے بھائیوں کو اپنی مشکلات سے آگاہ کریں اور پھر باہمی تعاون کے وسائل سوچیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا معمول بھی یہی تھا کہ حج کے موقع پر تمام عمّال کا محاسبہ کرتے۔ ان کے خلاف شکایات سنتے اور ہر خطے کے مسلمانوں کے مسائل حل کرنے کا حکم دیتے۔ اب بھی بلادِ اسلامیہ کے سرکاری وفودِ حج اسی مقصد سے آتے ہیں تاکہ حج بیت اللہ عالمِ اسلام کا ایک نمائندہ اجتماع ثابت ہو! ۔

o